مخدوم شیخ عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ

جناب اقبال صابر ریسرچ اسکالر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

دسویں صدی ہجری (سولہویں صدی عیسوی) ہندوستان کے قرون وسطیٰ کی تاریخ میں سیاسی، مذہبی اور سماجی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ زبردست سیاسی تبدیلیوں[1] کے ساتھ ساتھ اس عہد میں متعدد ایسی تحریکیں منظر عام پر آئیں جن کا ہندوستان کے مذہبی اور سماجی حالات سے

---

[1] واضح ہو کہ اس عہد کا اہم ترین سیاسی واقعہ ہندوستان میں شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی فتح اور یہاں مغلوں کی حکومت کا قیام تھا۔ سولہویں صدی عیسوی کے آغاز پر ہندوستان کی سیاسی صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے رشبروک ولیمز کہتا ہے کہ اگر بابر ہندوستان نہ آتا تو راجپوت پوری طور سے تیار تھے کہ دہلی پر اپنا اقتدار قائم کرلیں اور ایسا کرنا ان کی دسترس میں تھا مگر قسمت کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ اسلامی طاقتیں از سر نو مستحکم ہوگئیں اور یہ سب کچھ ایک واحد غیر معمولی فرد ظہیر الدین محمد بابر کا کارنامہ تھا۔ ملاحظہ ہو: Rushbrook Williams "Zahiruddin Mohammed Babar An Empire Builder of the Sixteenth Century", Delhi, PP. 18-19 (Introduction).

محمد اسلم تھا۔[1] علاوہ ازیں یہ دور اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس ملک میں تصوف کے مختلف سلاسل (علاوہ سلسلہ چشتیہ) اسی دور میں داخل ہوئے[2] نیز ہندوستان کے دامن افق پر چند ایسے مشائخ و صوفیاء بھی جلوہ گر ہوئے جنھوں نے اپنے اخلاق و کردار اور خدمتِ خلق کے اعلیٰ نمونوں کو عوام و خواص کے سامنے پیش کر کے تاریخ انسانی میں زریں اوراق کا اضافہ کیا۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (متوفی ۹۴۵ھ / ۱۵۳۷ء) اور ان کے صاحبزادے و جانشین شیخ رکن الدین (متوفی ۸۴-۹۸۳ھ / ۷۶-۱۵۷۵ء) شاہ کمال قادری کیتھلی (متوفی ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء) اور شیخ جلال الدین تھانیسری (متوفی ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء) وغیرہم کی شخصیات دسویں صدی ہجری کے مشائخ و صوفیاء میں آفتاب و ماہتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

صوفیائے صافی کے اسی پاکیزہ گروہ میں حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد صاحب فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ بھی روز روشن کی طرح تاباں و درخشاں نظر آتے ہیں۔[3] آپ کا شمار ہندوستان کے اکابر صوفیاء میں ہوتا ہے نیز آپ کی ذات گرامی شریعت و طریقت کا خوبصورت امتزاج اور علوم ظاہرہ و باطنہ کا حسین سنگم تھی۔

۱۔ اس دور کی اہم مذہبی تحریکوں میں ملا محمد جونپوری کی مہدوی تحریک اور بایزید انصاری کی روشنیہ تحریک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ ان تحریکوں نے مستقبل پر کوئی اثر نہ ڈالا لیکن اپنے عہد میں ان دونوں تحریکوں کا بڑا زور و شور تھا۔

۲۔ خاص کر سلسلۂ قادریہ، نقشبندیہ اور شطاریہ کو اسی دور میں ہندوستان میں فروغ حاصل ہوا۔ ان سلاسل کے تمام اکابر مشائخ اسی زمانے میں ہندوستان تشریف لائے یعنی سلطنت مغلیہ کے قیام کے بعد۔

۳۔ عبدالحئی ندوی۔ نزہۃ الخواطر۔ جلد پنجم۔ حیدر آباد ۱۹۷۶ء صـ ۱۹۷۔

آپ عالم اسلامی کے عظیم فرزند اور گیارہویں صدی ہجری کی نامور شخصیت حضرت شیخ بدرالدین احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد تھے۔

مخدوم عبدالاحد کے بچپن کے حالات کتابوں میں تحریر نہیں ہیں لیکن معاصر تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش سنہ ۹۲۷ھ مطابق ۲۱-۱۵۲۰ء کے آس پاس سرہند (پنجاب) میں ہوئی[1] آپ نسباً فاروقی تھے اور آپ کا آبائی سلسلہ اکیس (۲۱) واسطوں سے خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے[2]۔ آپ کے آباء و اجداد کا شمار اپنے عہد کے مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کے والد شیخ زین العابدینؒ نہایت ہی پاکیزہ صفت اور

۱۔ اگرچہ کسی بھی معاصر تذکرے میں آپ کی تاریخ پیدائش درج نہیں ہے مگر سنہ ۹۲۷ھ کا تعین اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۰۰۷ھ میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں ہوا اس لئے یہی سنہ پیدائش صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ آپ کے آباء و اجداد کی تفصیل اس طرح ہے:

عبدالاحد فاروقی سرہندی بن زین العابدین بن عبدالحیؒ بن شیخ محمد بن حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن نصیرالدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبداللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف بن فرخ شاہ کابلی بن نصیرالدین بن محمد بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ الواعظ الاصغر بن عبداللہ الواعظ الاکبر بن ابوالفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبداللہؓ بن سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔

ملاحظہ ہو زبدۃ المقامات، مصنفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کانپور سنہ ۱۸۹۰ء ص ۸۸-۸۹ اور روضۃ القیومیہ۔ تصنیف خواجہ کمال الدین محمد احسان اردو ترجمہ از لاہور سنہ ۱۳۳۵ھ ص ۱۲۹۔

صاحب حال بزرگ تھے۔

حضرت مخدوم کا زمانہ طفولیت سرہند میں ہی گزرا اور وہیں اُن کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر درس حدیث کی منزلوں سے گزر کر مختلف علوم اسلامی کا مطالعہ شروع کیا۔ حصولِ علم کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ آپ کو علمِ باطن کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ اپنے اس ذوق کی تکمیل کی خاطر آپ مرشدِ کامل کی تلاش میں نکل پڑے اور کشاں کشاں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں جا پہنچے[1]۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شمالی ہند میں شیخ عبدالقدوس کا طوطی بول رہا تھا۔ حضرت شیخ کی خدمت میں آکر آپ نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت شیخ نے یہ کہہ کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ "واپس آکر علم ظاہری کی تکمیل کروا ور اس سے فراغت کے بعد بیعت ہونے کی غرض سے آؤ۔" حضرت شیخ نے یہ بھی کہا کہ درویشِ بے علم اسی طرح ہے جیسے بہترین کھانا ہو مگر اس میں نمک نہ ہو[2]۔ حضرت شیخ کے ان کلمات کو سن کر مخدوم عبدالاحدؒ نے ..... ان سے عرض کیا کہ "چونکہ آپ ضعیف العمر ہیں اور پیرانہ سالی کے سبب کافی کمزور ہو گئے ہیں اس لئے مجھے خوف ہے کہ جب حصولِ علم سے فارغ ہو کر میں دوبارہ یہاں آؤں تو آپ اس دنیائے فانی سے رحلت نہ فرما چکے ہوں۔ شیخ عبدالقدوس نے حضرت مخدوم کی اس بات کے جواب میں فرمایا کہ ایسی صورت میں میرے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے ہاتھوں پر بیعت کر لینا لیکن پہلے علم ظاہر کی

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۹۲۔
۲۔ ملاحظہ ہو انوار العارفین۔ مصنفہ محمد حسین، لکھنؤ ۱۸۷۶ء۔ ص ۴۲۴۔

آپ عالم اسلامی کے عظیم فرزند اور گیارہویں صدی ہجری کی نامور شخصیت حضرت شیخ بدر الدین احمد فاروقی سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد تھے۔

مخدوم عبد الاحد کے بچپن کے حالات کتابوں میں تحریر نہیں ہیں لیکن ماعصر تذکروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش ۹۲۷ھ مطابق ۲۱-۱۶۲۰ء کے آس پاس سرہند (پنجاب) میں ہوئی[1] آپ نسباً فاروقی تھے اور آپ کا آبائی سلسلہ اکیس[21] واسطوں سے خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے[2]۔ آپ کے آباء و اجداد کا شمار اپنے عہد کے مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کے والد شیخ زین العابدینؒ نہایت ہی پاکیزہ صفت اور

۱۔ اگرچہ کسی بھی ماعصر تذکرے میں آپ کی تاریخ پیدائش درج نہیں ہے مگر ۹۲۷ھ کا تعین اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ آپ کا انتقال ۱۰۰۷ھ میں اسی۸۰ سال کی عمر میں ہوا اس لئے یہی سنہ پیدائش صحیح معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ آپ کے آباء و اجداد کی تفصیل اس طرح ہے:

عبد الاحد فاروقی سرہندی بن زین العابدین بن عبد الحیٔ بن شیخ محمد بن حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن نصیر الدین بن سلیمان بن یوسف بن اسحاق بن عبد اللہ بن شعیب بن احمد بن یوسف بن فرخ شاہ کابلی بن نصیر الدین بن محمد بن سلیمان بن مسعود بن عبد اللہ الواعظ الاصغر بن عبد اللہ الواعظ الاکبر بن ابو الفتح بن اسحاق بن ابراہیم بن ناصر بن عبد اللہؓ بن سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بن الخطاب۔

ملاحظہ ہو زبدۃ المقامات، مصنفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی کانپور ۱۸۹۰ء ص ۸۹-۸۸ اور روضۃ القیومیہ۔ تصنیف خواجہ کمال الدین محمد احسان اردو ترجمہ از لاہور ۱۳۳۵ھ ص ۱۲۹۔

صاحب حال بزرگ تھے۔

حضرت مخدوم کا زمانہ طفولیت سرہند میں ہی گزرا اور وہیں آن کی ابتدائی تعلیم ہوئی۔ سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر درس حدیث کی منزلوں سے گزر کر مختلف علوم اسلامی کا مطالعہ شروع کیا۔ حصولِ علم کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ آپ کو علم باطن کا شوق دامن گیر ہوا۔ چنانچہ اپنے اس ذوق کی تکمیل کی خاطر آپ رشدِ کامل کی تلاش میں نکل پڑے اور کشاں کشاں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی خدمت میں جا پہنچے[۱]۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شمالی ہند میں شیخ عبدالقدوس کا طوطی بول رہا تھا۔ حضرت شیخ کی خدمت میں آکر آپ نے ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت شیخ نے یہ کہہ کر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ "واپس آکر علم ظاہری کی تکمیل کرو اور اس سے فراغت کے بعد بیعت ہونے کی غرض سے آؤ۔" حضرت شیخ نے یہ بھی کہا کہ درویشِ بے علم اسی طرح ہے جیسے بہترین کھانا ہو مگر اس میں نمک نہ ہو[۲]۔ حضرت شیخ کے ان کلمات کو سن کر مخدوم عبدالاحدؒ نے ..... ان سے عرض کیا کہ چونکہ آپ ضعیف العمر ہیں اور پیرانہ سالی کے سبب کافی کمزور ہو گئے ہیں اس لئے مجھے خوف ہے کہ جب حصولِ علم سے فارغ ہو کر میں دوبارہ یہاں آؤں تو آپ اس دنیائے فانی سے رحلت نہ فرما چکے ہوں۔ شیخ عبدالقدوس نے حضرت مخدوم کی اس بات کے جواب میں فرمایا کہ ایسی صورت میں میرے صاحبزادے شیخ رکن الدین کے ہاتھوں پر بیعت کر لینا لیکن پہلے علم ظاہر کی

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۹۲۔

۲۔ ملاحظہ ہو انوار العارفین۔ مصنفہ محمد حسین، لکھنؤ ۱۸۷۶ء۔ ص ۴۲۴۔

۲۹۰

برہان دہلی

تکمیل کروں[1]۔

سرہند واپس آکر حضرت مخدوم عبد اللہ [illegible] اور

جلد ہی تمام عقلی و نقلی علوم میں دسترس حاصل کر لی نیز سرہند میں ہی اپنے آبائی مدرسہ میں طلباء کو درس دینا شروع کر دیا۔ تکمیل علم کے بعد آپ دوبارہ حضرت عبد القدوس سے بیعت ہونے کی غرض سے روانہ ہوئے مگر گنگوہ آکر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ انتقال فرما چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ کے فرمان کے مطابق آپ کے بیٹے اور جانشین شیخ رکن الدین سے بیعت کی اور ان کے حلقۂ مریدین میں داخل ہو گئے[2]۔ شیخ رکن الدین نے آپ کو روحانی تعلیم سے سرفراز کیا اور چشتیہ و قادریہ سلسلوں میں اجازت و خلافت عطا فرمائی[3] اور ۹۷۹ھ میں بڑے عزت و احترام کے ساتھ سرہند روانہ کیا[4]۔ سرہند میں حضرت مخدوم کا

۱۔ زبدۃ المقامات۔ ص ۹۲

[یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوفیاء کرام کے نزدیک علم ظاہری یعنی دینی علوم کی تکمیل شرط اولین ہوتی تھی اور اس کے بغیر وہ روحانیت کی منزل میں قدم نہیں رکھتے تھے]

۲۔ نقشبندی مجددی تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی نے اپنے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے یہ وصیت کر دی تھی کہ جب مولانا عبد الاحد سرہندی تشریف لائیں تو ان کو اپنا مرید کر لینا۔ دیکھئے زبدۃ المقامات ص ۹۲ اور روضۃ القیومیہ ص ۱۲۹۔

۳۔ زبدۃ المقامات ص ۹۲ (خواجہ ہاشم کشمی نے خلافت نامہ پوری تفصیل سے درج کیا ہے) اور دیکھیں تاریخ مشائخ چشت، مصنفہ پروفیسر خلیق احمد نظامی جلد اول، دہلی ۱۹۷۹ء ص ۲۷۱۔

۴۔ ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی مصنفہ شاہ زوار حسین، کراچی ۱۹۷۵ء ص ۵۰۔

زیادہ وقت درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔

حضرت مخدوم عبدالاحد فاروقیؒ کو تبلیغ دین کی خاطر سیر و سیاحت اور صوفیائے عظام و علمائے کرام سے ملاقات کی غرض سے سفر کرنے کا بڑا شوق تھا لہٰذا آپ نے اس مقصد کے لیے دور و نزدیک کے متعدد سفر کیے اور بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے آپ پنجاب کے شہر روہتاس تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و صوفیاء سے ملاقاتیں کیں جن میں شیخ الہداد نام کے ایک معمر بزرگ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت مخدوم نے ان کی خدمت میں رہ کر معرفت کی تعلیم حاصل کی اور تصوف کے رموز و نکات سیکھے۔[1] زبدۃ المقامات سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ الہدادؒ نے حضرت مخدوم کو جو تعلیمات دیں ان میں ذکر الٰہی پر خاص زور دیا گیا ہے۔ روہتاس میں ہی آپ کی ملاقات شیخ محمد بن فخر[2] سے ہوئی جو ایک ممتاز عالمِ دین اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ حضرت مخدوم نے ان سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا اور دینی علوم کا درس لیا۔[3]

مخدوم عبدالاحدؒ نے بنگال کی سیر بھی کی اور وہاں کے اکابر علماء و صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنگال میں آپ کی ملاقات شیخ برہان نامی ایک بزرگ سے ہوئی جنھوں نے اپنی زندگی کے زیادہ تر اوقات عبادت و ریاضت میں گزارے

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۱

۲۔ شیخ محمد بن فخر کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر، جلد چہارم، حیدرآباد ۱۹۷۳ء، ص۲۰۴۔

۳۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۱۔

تکمیل کردی

سرہند واپس آکر حضرت مخدوم عبد الاحدؒ حصول علم میں منہمک ہوگئے اور جلد ہی تمام عقلی و نقلی علوم میں دسترس حاصل کر لی نیز سرہند میں ہی اپنے آبائی مدرسہ میں طلباء کو درس دینا شروع کر دیا۔ تکمیل علم کے بعد آپ دوبارہ حضرت عبد القدوس سے بیعت ہونے کی غرض سے روانہ ہوئے مگر گنگوہ آکر معلوم ہوا کہ حضرت شیخ انتقال فرما چکے ہیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت شیخ کے فرمان کے مطابق آپ کے بیٹے اور جانشین شیخ رکن الدین سے بیعت کی اور ان کے حلقۂ مریدین میں داخل ہوگئے[۲] شیخ رکن الدین نے آپ کو روحانی تعلیم سے سرفراز کیا اور چشتیہ و قادریہ سلسلوں میں اجازت و خلافت عطا فرمائی[۳] اور ۹۷۹ھ میں بڑے عزت و احترام کے ساتھ سرہند روانہ کیا[۴] سرہند میں حضرت مخدوم کا

۱۔ زبدۃ المقامات۔ ص ۹۲

[یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ صوفیاء کرام کے نزدیک علم ظاہری یعنی دینی علوم کی تکمیل شرط اولین ہوتی تھی اور اس کے بغیر وہ روحانیت کی منزل میں قدم نہیں رکھتے تھے]

۲۔ نقشبندی مجددی تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی نے اپنے صاحبزادے شیخ رکن الدین سے یہ وصیت کر دی تھی کہ جب مولانا عبد الاحد سرہندی تشریف لائیں تو ان کو اپنا مرید کر لینا۔ دیکھئے زبدۃ المقامات ص ۹۲ اور روضۃ القیومیہ ص ۱۲۹۔

۳۔ زبدۃ المقامات ص ۹۲ (خواجہ ہاشم کشمی نے خلافت نامہ پوری تفصیل سے درج کیا ہے) اور دیکھیں تاریخ مشائخ چشت، مصنف پروفیسر خلیق احمد نظامی، جلد اول، دہلی ۱۹۷۹ء ص ۲۷۱۔

۴۔ ملاحظہ ہو حضرت مجدد الف ثانی مصنفہ شاہ زوار حسین، کراچی ۱۹۷۵ء ص ۵۰۔

زیادہ تر وقت درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔

حضرت مخدوم عبد الاحد فاروقیؒ کو تبلیغ دین کی خاطر سیر و سیاحت اور صوفیائے عظام و علمائے کرام سے ملاقات کی غرض سے سفر کرنے کا بڑا شوق تھا لہذا آپ نے اس مقصد کے لئے دور و نزدیک کے متعدد سفر کیئے اور بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے آپ پنجاب کے شہر روہتاس تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء و صوفیاء سے ملاقاتیں کیں جن میں شیخ الہداد نام کے ایک معمر بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت مخدوم نے ان کی خدمت میں رہ کر معرفت کی تعلیم حاصل کی اور تصوف کے رموز و نکات سیکھے[۱]۔ زبدۃ المقامات سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ الہدادؒ نے حضرت مخدوم کو جو تعلیمات دیں ان میں ذکر الٰہی پر خاص زور دیا گیا ہے۔ روہتاس میں ہی آپ کی ملاقات شیخ محمد بن فخر[۲] سے ہوئی جو ایک ممتاز عالم دین اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ حضرت مخدوم نے ان سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا اور دینی علوم کا درس لیا[۳]۔

مخدوم عبد الاحدؒ نے بنگال کی سیر بھی کی اور وہاں کے اکابر علماء و صوفیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنگال میں آپ کی ملاقات شیخ برہان نامی ایک بزرگ سے ہوئی جنھوں نے اپنی زندگی کے زیادہ تر اوقات عبادت و ریاضت میں گزارے

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۱

۲۔ شیخ محمد بن فخر کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو نزہۃ الخواطر، جلد چہارم، حیدرآباد ۱۹۷۳ء، ص۲۰۹۔

۳۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۱۔

تھے اور روز وشب ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ برہان نے آپ سے بڑی شفقت اور محبت کا اظہار کیا اور مزید کچھ دن اپنے ساتھ قیام کو کہا مگر حضرت مخدوم اس کی تکمیل سے قاصر رہے[1]

بنگال سے واپسی میں حضرت مخدوم نے جون پور میں بھی قیام کیا اور وہاں کے علماء و صوفیاء سے ملے۔ آپ نے یہاں کے ممتاز درویش شیخ بہاء الدین جونپوری[2] کے مرقد پر حاضری دی اور ان کے خلیفہ سید علی قوام[3] سے شرف ملاقات اور دست بوسی حاصل کیا نیز ان کی روحانیت سے فیض یاب ہوئے[4]

زبدۃ المقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم نے لاہور کا سفر بھی کیا تھا لیکن یہ سفر اُن کی زندگی کے آخری ایام میں ہوا تھا کیونکہ اس

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۱۔

۲۔ آپ جونپور کے ممتاز صاحب حال چشتی بزرگ تھے اور دو واسطوں سے شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رح سے وابستہ تھے (ملاحظہ ہو روضۃ القیومیہ ص۳۱) شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شیخ بہاء الدین جونپوری کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ دیکھیں اخبار الاخیار حصہ اول نیز ملاحظہ ہو

Enamul Haq, Sufi Monamantin Bengal (article) Indo Iranica, vol III No. I July 1948, P. 19

۳۔ سید علی قوام جونپوری کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں۔ سفینۃ الاولیاء، تصنیف دارا شکوہ۔ (اردو ترجمہ) دیوبند ص۲۲۶

۴۔ زبدۃ المقامات، ص۱۱۲

ساتھ پر حضرت مجدد الف ثانی رح بھی ان کے ہمراہ تھے۔ لاہور میں مشائخ اور علماء و فضلاء کے ساتھ ان کی خوب صحبتیں رہیں[1]

حضرت مخدوم اپنی زندگی کے آخری دور میں غالباً ۹۹-۹۹۸ھ کے آس پاس ایک مرتبہ آگرہ بھی تشریف لے گئے کیونکہ ان دنوں آپ کے صاحبزادے حضرت مجدد الف ثانی رح کافی عرصہ سے وہاں قیام پذیر تھے۔ آپ کو ان کی فکر دامنگیر ہوئی اور شفقت پدری میں آپ آگرہ پہنچ گئے[2]۔ کچھ دن وہاں قیام کے بعد حضرت مجدد رح کو اپنے ہمراہ لے کر سرہند واپس آگئے[3]

حضرت مخدوم شیخ عبد الاحد فاروقی سرہندی رح کی شادی کا واقعہ بھی خاصا دلچسپ ہے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور علوم اسلامی کے فروغ

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۹-۱۰۸۔

۲۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت مجدد الف ثانی رح ہندوستان کے دار الخلافت آگرہ میں رہ کر الحادیوں، دہریوں، رافضیوں اور دیگر دشمنان اسلام کا علمی سطح پر مقابلہ کر رہے تھے۔ حضرت مخدوم کے آگرہ تشریف لانے کے وقت ۹۹-۹۹۸ھ کا اندازہ اس لحاظ سے ہوتا ہے جب آپ حضرت مجدد کے ہمراہ سرہند لوٹ رہے تھے تو راستہ میں تھانیسر میں ان کا عقد شیخ سلطان تھانیسری کی صاحبزادی سے ہوا اور پھر ۱۰۰۰ھ میں حضرت مجدد کے بڑے بیٹے خواجہ محمد صادق پیدا ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم ۹۹-۹۹۸ھ کے آس پاس آگرہ گئے ہوں گے۔

۳۔ زبدۃ المقامات ص ۱۲۱۔

کی غرض سے ایک مرتبہ حضرت مخدوم اٹاوہ (اترپردیش) کے نزدیک قصبہ سکندرہ تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کر کے عبادت وریاضت اور وعظ و نصیحت میں مشغول رہے۔ اسی دوران آپ کی ملاقات ایک دیندار و پاکدامن خاتون سے ہوئی جو اسی قصبہ کی رہنے والی تھیں۔ یہ خاتون حضرت مخدوم کے اخلاق وکردار، عادات و اطوار، دینی حمیت اور روحانی عظمت سے بہت متاثر تھیں اور خود کو ان کے ارادت مندوں میں شمار کرتی تھیں۔ ایک روز ان خاتون نے حضرت مخدوم سے عرض کیا کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کا جو کہ شریف النفس، پاکباز اور دینی خاتون ہیں کا ان سے (حضرت مخدوم سے) عقد کرنا چاہتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت مخدوم پہلے تو بڑے شش و پنج میں پڑ گئے اور انھیں اُس خاتون کی اِس درخواست کو قبول کرنے میں کچھ تامل ہوا لیکن کافی غور و خوض کے بعد آپ نے اِس رشتے کو منظور فرمالیا اور متذکرہ بالا خاتون کی چھوٹی بہن سے شادی کرلی۔[1]

شادی کے بعد کچھ عرصہ سکندرہ میں مقیم رہ کر آپ اپنی اہلیہ کے ہمراہ سرہند واپس آگئے اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے مدرسہ میں کافی تعداد میں مختلف علاقوں کے طلبا، معقولات و منقولات کی تعلیم حاصل کرتے تھے نیز ان کی روحانی عظمت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ حضرت مخدوم کو قرآن وحدیث اور دیگر فقہی علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا اور علمائے محققین میں شمار ہوتے تھے۔[2] آپ اپنے عہد کے امام ابوحنیفہ سمجھے

۱۔ زبدۃ المقامات صفحہ ۱۲۶۔

۲۔ ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی۔ جلد دوم مکتوب ۴۴۔

جاتے تھے اور اس عہد کے بیشتر علماء نے آپ کو اپنا استاد تسلیم کیا تھا۔[1]

حضرت مخدوم اپنے طالب علموں کو تصوف کی تعلیم بھی بڑے جوش و خروش سے دیتے تھے۔ آپ کے درس میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح کی فصوص الحکم اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف خاص طور سے شامل تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ یہ دونوں کتابیں بڑے ہی جذبے اور انہماک کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ تصوف کے باریک ترین مسائل کو اس طرح سمجھاتے کہ آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے۔ درس دیتے وقت ایک سماں سا بندھ جاتا تھا خصوصاً جب آپ مسئلہ وحدت الوجود بیان فرماتے۔ ان کی عالمانہ عظمت اور درویشانہ کشش کا نتیجہ تھا کہ طلباء اور مشائخ جوق در جوق آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ دسویں صدی ہجری کے ممتاز صوفی منش انسان، درویش صفت امیر اور مشائخ وقت کے پیشوا اور مربی شیخ میرک[2] بھی آپ کے شاگردوں میں تھے اور ان سے فصوص الحکم کا درس لیا تھا۔[3]

عبادت و ریاضت، درس و تدریس اور سیر و سیاحت کے ساتھ ساتھ

۱۔ زبدۃ المقامات صــ۱۱۲ اور روضۃ القیومیہ صــ۳۲۔

۲۔ شیخ میرک کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: مآثر الامراء، جلد سوم، مصنفہ شاہ نواز خاں، کلکتہ ۱۸۹۱ء، صــ۵۱۸، نیز اخبار الاخیار صــ۲۱۹۔

۳۔ زبدۃ المقامات صــ۱۱۳۔

حضرت مخدومؒ نے تصنیف و تالیف کا شغل بھی جاری رکھا۔ "زبدۃ المقامات" میں آپ کے دو علمی شاہکاروں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں رسالہ "اسرار التشہد" بڑی اہمیت کا حامل ہے[1]۔ یہ رسالہ نبی کریم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج سے متعلق ہے، اس میں معراج النبیؐ کے دینی اور روحانی پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز اس کی حقیقت و عظمت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے یہ رسالہ عربی زبان میں لکھا گیا تھا اور بقول صاحب زبدۃ المقامات اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"ھذا اسرار التشہد فی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اناضۃ اللہ سبحانہ علی بفضلہ القدیم وفضلہ العمیم مابرنہ تھا امتثالا لامر المفیض الحکیم[2]۔"

زبدۃ المقامات کے ہی مطابق اس رسالہ کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے:

"اشارۃ الی ان منتھی معراجھم الی النبی علیہ الصلوۃ والسلام ومنتھی معراجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی اللہ سبحانہ وتعالی وتعظیم الا تری انہ علیہ الصلوۃ والسلام اثنی علی اللہ سبحانہ فی الابتداء لقولہ التحیات علہ الخ والمومنون امروا بالصلوۃ علیہ علیہ التحیات والتسلیمات فی منتھاھم[3]۔"

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۷۔

۲۔ ایضاً ص۱۱۸۔

۳۔ ایضاً ص۱۲۰۔

اس کے علاوہ آپ کی ایک اور تصنیف "کنز الحقائق" بھی خاص مشہور ہے۔ یہ کتاب تصوف سے متعلق ہے اور بقول خواجہ ہاشم کشمی مختلف روحانی مسائل پر بھرپور روشنی ڈالتی ہے[1]۔ الغرض حضرت مخدوم کی جملہ تصنیفات ان کی عالمانہ عظمت نیز علوم اسلامی میں ان کی گہری دلچسپی و مکمل عبور کا پتہ دیتی ہیں۔

مخدوم عبدالاحد فاروقی سرہندی اپنے عہد کے بیشتر علماء و صوفیاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اس عہد کے ممتاز صوفی شیخ جلال الدین تھانیسری سے آپ کے خاص روابط تھے۔ آپ اُن سے ملاقات کی غرض سے اکثر و بیشتر تھانیسر تشریف لے جاتے، کئی کئی دن وہاں قیام کرتے اور ان کی صحبتوں سے فیضیاب ہوتے[2]۔ شیخ جلال الدین تھانیسری کی محفل میں ہی ایک مرتبہ حضرت مخدوم کی ملاقات اس دور کے ایک اور نامور درویش شیخ کمال قادری کیتھلی رح سے ہوئی جو قادریہ سلسلے کے ممتاز مشائخ میں شمار ہوتے تھے[3]۔ حضرت مخدوم کو شیخ کمال قادری بڑی محبت و انسیت تھی اور اکثر آپ ان کی خدمت میں موضع کیتھل جو سرہند کے قریب واقع ہے، جاتے تھے۔ اسی طرح شیخ کمال بھی آپ سے بڑی عنایت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ وہ برابر سرہند تشریف

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۱۱۷

اس کے علاوہ ایک جگہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے بھی اس رسالہ کا ذکر کیا ہے

ملاحظہ ہو رسالہ تہلیلیہ۔ مصنفہ مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۶۵ء، ص ۲۸

۲۔ زبدۃ المقامات ص ۱۰۳۔

۳۔ ایضاً ص ۱۰۴

لاتے اور حضرت کے ساتھ قیام فرماتے[1] زبدۃ المقامات میں ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پیدائش ہوئی تو شیخ کمال سرہند میں ہی موجود تھے اور حضرت مخدوم کے مہمان تھے۔ شیخ کمال قادریؒ سے حضرت مخدوم کی عقیدت و محبت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اس نوزائیدہ بچہ (حضرت مجددؒ) کو ان کی خدمت میں لے گئے اور ان سے بچہ کے حق میں دعا اور خصوصی توجہ کی درخواست کی[2]۔ اس کے علاوہ ایک اور صاحب حال بزرگ شیخ عبدالغنیؒ[3] کے ساتھ بھی حضرت مخدوم کی ملاقات اور تعلقات کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بزرگ سونی پت (پنجاب) کے رہنے والے تھے اور کشف و کرامات میں بڑے مشہور تھے۔ کہاجاتا ہے کہ حضرت مخدوم کافی عرصے سے ان بزرگ کی زیارت و ملاقات کے متمنی تھے کہ ایک مرتبہ یہ اتفاقیہ طور پر سرہند میں وارد ہوگئے۔ جب آپ کو ان بزرگ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو فوراً ان کی خدمت

۱۔ زبدۃ المقامات صفحہ ۱۰۵ نیز روضۃ القیومیہ صفحہ ۱۳۰۔

۲۔ زبدۃ المقامات صفحہ ۱۲۷

۳۔ ان کے حالات تفصیل سے کہیں دستیاب نہیں ہیں۔ زبدۃ المقامات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک معمر بزرگ تھے اور زیادہ تر جذب کے عالم میں رہتے تھے اور آبادی سے دور جنگلوں میں زندگی گزارا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے ایک ایسی کرامت سرزد ہوئی جس کے نتیجے میں ایک شخص نے اپنا دم توڑ دیا۔ جب حضرت مخدومؒ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو ان سے ملنے کا انھیں بڑا شوق پیدا ہوا اور بالآخر انھیں ان بزرگ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

میں حاضر ہوئے اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ انھیں اپنے گھر لائے[۱]۔

حضرت مخدوم نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور بڑے قناعت پسند اور صابر و شاکر واقع ہوئے تھے۔ شاگردوں کی کثرت کے باوجود اپنا سارا کام خود ہی کرتے اور ضرورت کی تمام اشیاء بازار سے خود ہی لے آتے۔ کسی سے بھی اپنا ذاتی کام نہیں لیتے[۲]۔ زندگی کے آخری ایام میں حضرت مخدوم زیادہ تر سرہند میں ہی رہتے تھے اور شاذ و نادر ہی کہیں جاتے۔ آپ کا بیشتر وقت طالب علموں کو درس دینے اور ذکر باری تعالیٰ میں گزرتا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت مجدد الف ثانیؒ ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ ان کو تصوف کے اہم مسائل سے روشناس اور روحانی تعلیمات سے سرفراز کرتے[۳]۔

آپ کا انتقال اسی سال کی عمر میں ۱۷ رجمادی الاول ۱۰۰۷ھ مطابق ۵ رجنوری ۱۵۹۹ء بروز منگل سرہند میں ہوا[۴]۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات میں یہ رباعی تحریر کی ہے جو حضرت مخدوم کے وصال پر کسی نے کہی تھی۔ اس سے آپ کا سنہ وفات برآمد ہوتا ہے اور اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ اس وقت آپ اہل علم و معرفت میں کس قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۱۱۵۔۱۱۳ و روضۃ القیومیہ ص ۳۳۔۳۲

۲۔ زبدۃ المقامات ص ۱۲۶۔

۳ ایضاً ص ۱۲۱

۴۔ زبدۃ المقامات ص ۱۲۲ اور روضۃ القیومیہ ص ۳۳۔

آں شیخ کہ بود اعلم اندر ہر فن
جانش گہر سرِ ازل را معدن
چوں شیخ زمانہ بود در علم و عمل
تاریخ وصال او بجو شیخ زمن[1]

۱۰۰۷ھ

آپ اپنی خانقاہ اور قیام گاہ سے شمال مغرب کی جانب اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے[2] آپ کا مرقد آج بھی مرجع خلائق ہے اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے روضۂ مبارک سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قبر کھلے آسمان کے نیچے ہے اور اس پر کسی طرح کا مقبرہ یا گنبد تعمیر نہیں ہے۔ مزار کے چاروں طرف تقریباً پانچ گز کے فاصلے سے دو فٹ اونچی چہار دیواری ہے۔ چاروں جانب قبرستان ہے جس کے آثار آج بھی باقی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سالانہ عرس کے موقع پر دور دور سے آنے والے زائرین آپ کے مزار پر بھی کثرت سے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ جگہ نہایت ہی پرکشش اور نورانی معلوم ہوتی ہے۔ بقول شاعر ؎

والد شیخ مجددؒ ہیں شہ عبد احدؒ
ذات سے جن کی منور ہے جوارِ سرہند[3]

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۱۳۲۔

۲۔ زبدۃ المقامات ص ۱۳۸ نیز روضۃ القیومیہ ص ۳۴۔

۳۔ ملاحظہ ہو "دامنِ محبوب" (مجموعہ کلام نعت و مناقب از قاضی غلام صابر قادری سندیلوی) لکھنؤ ۱۹۸۶ء۔ ص ۱۸۹

ایک صوفی کی حیثیت سے حضرت مخدوم عبدالاحد فاروقی سرہندیؒ نظریۂ وحدت الوجود کے قائل تھے اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے مشرب پر تھے[1] لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس سلسلے میں ان کا اپنا خاص نظریہ تھا اور وہ شریعت اور وحدت الوجود میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے[2]۔ حضرت مجددؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کا (حضرت مخدوم کا) اشتغال ہمیشہ اسی طریق (وحدت الوجود) پر رہا اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے[3]۔ وقت آخر آپ کی زبان پر تھا کہ "درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ ہستیٔ مطلق ہے لیکن لباس کونیہ کی خاک محجوبوں کی آنکھ میں ڈال کر انھیں دور و مہجور رکھتا ہے"[4]۔

حضرت مخدومؒ ادائیگیٔ سنت میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے اور چھوٹی سے چھوٹی سنت بھی آپ سے ترک نہیں ہوتی۔ کوئی بات جو کتاب وسنت کے خلاف ہوتی اس پر یقین نہ کرتے اور اس کی تردید میں ذرہ برابر بھی تامل نہ کرتے۔ رہن سہن اور لباس وغیرہ میں بھی شریعت کا پورا خیال کرتے اور سنتِ نبویؐ پر

۱۔ زبدۃ المقامات ص۱۱۳

۲۔ ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی۔ جلد دوم مکتوب ۴۴

۳۔ ایضاً۔ جلد اول مکتوب ۳۱

۴۔ زبدۃ المقامات ص۱۲۳ (دراصل یہ الفاظ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ہیں)

عمل کرتے تھے[1]

چشتیہ، صابریہ اور قادریہ سلاسل میں شیخ رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلیفہ مجاز ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مخدوم عبدالاحد سرہندیؒ کو اور بھی بہت سے روحانی سلسلوں میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ تفصیل اس طرح ہے:

سلسلۂ فاروقیہ ـــــ یہ آپ کا نسبی سلسلہ ہے جو خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ اس میں آپ کو اپنے والد سے خلافت ملی تھی[2]

سلسلہ سری سقطیہ ـــــ یہ بھی کسی قدر آپ کا نسبی سلسلہ تھا۔ اس میں آپ کے سولہویں جد خواجہ سلیمان بن مسعود نے حضرت سری سقطیؒ خلیفہ حضرت معروف کرخیؒ سے خلافت پائی تھی۔ حضرت مخدوم عبدالاحدؒ

۱۔ زبدۃ المقامات ص ۱۱۴ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت مخدوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ عشق تھا اور اس بے پایاں عشق رسولؐ کے ساتھ ساتھ انھیں حضورؐ کے اہل بیت کرام سے بھی خاص لگاؤ تھا۔ بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ وہ کہا کرتے کہ اہل بیت کرامؓ کی محبت کو ایمان کی حفاظت اور حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے۔ آپ نے انتقال کے وقت فرمایا کہ میں اس محبت میں سرشار ہوں اور اس دریائے احسان میں غرق ہوں۔ بقول صاحب زبدۃ المقامات "الٰہی بحق بنی فاطمہ ــ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ" ص ۱۲۳ نیز تاریخ دعوت وعزیمت جلد چہارم ص ۱۳۶ ـــــ ۲۔ جواہر مجددیہ، مصنفہ احمد حسین امروہوی۔ اشاعت از لاہور سنہ ۱۳۱۹ھ ہمراہ اردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی جلد اول۔ ص ۳۱۔